مولانا عبدالعزیز علوی
شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس عورت کا خاوند گم ہو جائے۔۔۔

الاستفتا؟

ایک انسان عرصہ دس سال سے غائب ہے اور جب سے غائب ہوا ہے اس وقت سے اب تک یہ پتہ نہیں چل سکا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ اس کی بیوی اب تک خاوند کی طرف سے نان و نفقہ سے محروم ہے اور کس مپرسی کی حالت میں فقروفاقہ کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اور اب وہ اپنی زندگی سے تنگ آچکی ہے حتیٰ کہ اس کا ایمان بھی خطرہ میں ہے۔ کیا شرعاً وہ نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ السائل محمد جابر حسین، بلتستان

الجواب بعون الوہاب وھو الموفق للسداد و الرشاد۔ علمائے شریعت کی اصطلاح میں غائب انسان کو مفقود الخبر کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کی بیوی کے نکاح ثانی کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں اختلاف ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں اس قسم کا کوئی واقعہ آپ کے سامنے پیش نہیں ہوا۔ امام مرغینانی نے اپنی کتاب ہدایہ کی کتاب المفقود میں اپنے مسلک کی دلیل کے طور پر جو یہ حدیث پیش کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مفقود کی بیوی کے بارے میں فرمایا مفقود کی بیوی اس کی بیوی رہے گی، جب تک بیان نہ آجائے۔ یہ سنن دار قطنی کی روایت ہے جو بالاتفاق انتہائی ضعیف، منکر اور باطل ہے، امام زیلعی نے نصب الرایۃ، اور حافظ ابن حجر نے الدرایۃ میں اس حدیث پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ قرآن وسنت میں اس مسئلہ کے بارے میں کوئی صحیح اور صریح نص موجود نہیں ہے اس قسم کا واقعہ سب سے پہلے خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آیا۔ امام ابن حزم نے حضرت عمر سے اس سلسلہ میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں۔

هذا الذي لايصح عن عمر غيره اصلا وهو ان تبتدئ تبربص أربع سنين من حين ترفع امرها الى الامام فاذاتمت الاربع سنين تزوجت ان شاءت فان جاء زوجها و قد تزوجت فهو مخير بين صداقها الذى اعطاها و بين ان تردالیه امراته و يفسخ نكاح الاخرا ويزوجه الامام زوجته اخرى (المحلى ج۱۰ ص۱۳۵)

اس قول کے سوا کوئی قول حضرت عمر سے ثابت نہیں کہ عورت جب اس نے اپنا معاملہ امام کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس وقت سے چار سال انتظار کرے گی چار سال کے بعد اسے نکاح کرنے کا حق حاصل ہوگا اگر شادی کے بعد پہلا خاوند آجائے تو اسے اختیار ہوگا کہ دیا ہوا مہر واپس لے لے یا بیوی واپس لے لے اور دوسرے خاوند کا نکاح فسخ کردیا جائے یا امام اس کی اور جگہ شادی کردے۔

حضرت عمر رضی عنہ وہ خلیفہ راشد ہیں۔ جن کی رائے کی تصویب وتائید بیس سے زائد مسائل میں وحی کے ذریعہ کی گئی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

آپ کو محدث "ملهم" کے لقب سے نوازا نیز فرمایا

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (سلسلہ الاحادیث صحیحہ ص۱۲۳۳)

میرے بعد آنے والے دو افراد ابوبکر و عمر کی اقتدا کرنا۔ تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مبارکہ کے نتیجہ میں ترجمان القرآن ہونے کا شرف حاصل کرنے والے حضرت ابن عباس کی رائے بھی یہی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اور ایک قول کی رو سے حضرت ابن مسعود کا مسلک بھی یہی ہے اور بہت سے تابعین کے نام بھی حافظ ابن حزم نے اس سلسلہ میں تحریر کئے ہیں۔ (المحلی ج ۱۰ ص ۱۳۷ تا ۱۴۰)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں

اتفق اکثر ھم علی ان التاجیل من یوم ترفع امرھا للحاکم و علی انھا تعتد عدۃ الوفاۃ بعد مرضی اربع سنین (فتح الباری ج۱۱ ص۲۵۲)

اکثر تابعین کا اس پر اتفاق ہے کہ عدت کا اعتبار عدالت میں معاملہ پیش کرنے کے وقت سے ہو گا اور وہ چار سال گزارنے کے بعد خاوند کی موت والی عدت چار ماہ دس دن گزارے گی۔ صاحب سبل السلام نے ائمہ اربعہ میں سے امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی قرار دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، بعض تابعین اور ائمہ دین سے احناف اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی اس وقت تک شادی نہیں کر سکتی۔ جب تک خاوند کی موت کا یقین نہ ہو جائے یا وہ طلاق نہ دے دے۔

حضرت ابن مسعود کا ایک قول یہی ہے بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۹۔

بقول امام ابن رشد والسبب فی اختلافہم معارضۃ استصحاب الحال للقیاس وذالک ان استصحاب الحال یوجب ان لاتنحل عصمۃ الابموت اوطلاق حتی یدل الدلیل علی غیر ذالک واماالقیاس فھو تشبیہ الضررلھا من غیبتہ بایلاء والعنۃ فیکون لھا الخیار کما یکون فی ھذین (البدیہ ج۲ ص۳۹۔ ۴۰)

علماء میں وجہ اختلاف استصحاب حال اور قیاس کا باہمی متعارض ہونا ہے۔ استصحاب حال کا تقاضا یہ ہے کہ نکاح کی گرہ موت یا طلاق کے سوا اس وقت تک نہ کھلے جب تک اس کی دلیل موجود نہ ہو اور قیاس کی رو سے خاوند کی غیر حاضری سے عورت کو ضرر و نقصان پہنچنے والا ضرر اس ضرر کے مشابہ ہے جو ایلاء یا خاوند کے نامرد ہونے کی صورت میں لاحق ہوتا ہے، جس طرح ان دونوں صورتوں (ایلاء و نامردی) میں اس کو اختیار حاصل ہے کہ وہ تفریق کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ خاوند کی غیر حاضری میں بھی اس کو طلب تفریق کا اختیار حاصل ہوگا۔

اب بحث طلب یہ مسئلہ ہے کہ کیا استصحاب حال اور قیاس کو اک دوسرے کا معارض قرار دیا جاسکتا ہے۔ یا استصحاب حال کو قیاس کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا اور استصحاب حال سے کیا ثابت ہوتا ہے اس کیلئے استصحاب حال اور قیاس کے لغوی و اصطلاحی معنی اور ان کے مقام و مرتبہ کو سمجھنا ضروری ہے۔

استصحاب حال کا لغوی و اصطلاحی معنی

لغۃً اس کا معنی ہے طلب المصاحبۃ و استمرارھا الوجیز فی اصول الفقہ ص۲۶۷)

صحبت طلب کرنا اور اس کو باقی و جاری رکھنا۔ اور اصطلاحی معنی ہے۔

بقاء ذالک الامر مالم یوجد مایغیرہ (ارشاد الفحول ص۲۲۰)

اس امر و حکم کو جیسا تھا و ہی سمجھا جائے تا آنکہ اس کی تبدیلی کی دلیل مل جائے۔ مثلاً ایک انسان ایک وقت زندہ تھا تو اس کو اس وقت تک زندہ سمجھا جائے گا جب تک اس کی موت کی دلیل نہیں ملتی۔

استصحاب کی حیثیت و مقام

استصحاب کے بارے میں علمائے اصول اس بات پر متفق ہیں کہ

ھو آخر مدارالفتوی فان المفتی اذاسئل عن حادثۃ یطلب حکمھا فی الکتاب ثم فی السنۃ ثم فی الاجماع ثم فی القیاس فان لم یجدہ فیاخذ حکمھا من استصحاب الحال (ارشادالفحول ص۲۲۰۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص۲۷۰۔ المدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیہ ص۲۱۴)

فتوی دیتے وقت سب سے آخر میں استصحاب کی طرف رجوع کیا جائے گا مفتی کے سامنے جو معاملہ و مسئلہ پیش ہوگا وہ سب سے پہلے اس کا حکم قرآن سے معلوم کرے گا۔ پھر سنت سے، پھر اجماع سے، پھر قیاس سے، اگر ان سے دلیل نہ ملے تو پھر استصحاب الحال سے استدلال کرے گا۔

اس لیے کہا جاتا ہے

لیس فی ذاتہ دلیلا فقہیا ولا مصدراً تستقی منہ الاحکام

(الوجیز ص ۲۷۰)

استصحاب فی الحقیقت فقہی دلیل یا ایسا ماخذ و مصدر نہیں جس سے احکام حاصل ہو سکیں۔

قیاس کا لغوی معنی

تقدیر شئ بشی آخر ہے کہتے ہیں قست الارض بالمتر الوجیز ص ۱۹۴

ایک شی کو دوسری شی سے ناپنا۔ جیسے میں نے میٹر سے زمین پیمائش کی۔

اصطلاحی تعریف

الحاق مالم یرد فیہ نص علی حکمہ بما ورد فیہ نص علی حکمہ فی الحکم، لاشتراکھما فی علۃ ذالک الحکم

(الوجیز ص ۱۹۴)'

ایسی چیز جس کا حکم کتاب و سنت میں معلوم نہیں ہے۔ اس کو حکم میں ایسی چیز کے ساتھ ملانا جس کا حکم کتاب و سنت میں بیان ہوا ہے کیونکہ علتِ حکم دونوں چیزوں میں مشترک ہے۔ مثلاً افیون، چرس یا ہیروئن وغیرہ کو نشہ آور ہونے کی بناء پر حرام قرار دینا۔ کیونکہ آپ نے نشہ آور اشیاء کو حرام قرار دیا ہے۔

قیاس کی حیثیت و مقام

جمہور صحابہ تابعین، ائمہ اربعہ اور دوسرے فقہاء اس کو حجت قرار دیتے ہیں (اصول فقہ محمد عاصم الحداد ص ۱۲۳) اساسی و بنیادی طور پر شریعت کے ماخذ و مصادر صرف کتاب و سنت ہیں اور ثانوی و تبعی طور پر ماخذ و مصادر میں اختلاف ہے۔ ثانوی مصادر میں سے قیاس اور استصحاب حال بھی ہیں۔ اور قیاس جمہور کے نزدیک حجت ہے اور استصحاب حجت و دلیل نہیں ہے۔ لہذا ان میں تعارض و موازنہ پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ قیاس کی موجودگی میں اس کی کوئی حیثیت اور مقام نہیں ہے۔ خاص کر جب کہ قرآن و سنت کے عمومی دلائل، عورت کے معروضی حالات اور ظروف و احوال بھی، قیاس کے مؤید ہوں۔ بلکہ قرآن و سنت کے عمومی دلائل، عورت کے معروضی حالات اور موجودہ دور کے احوال و ظروف تو اس بات کے متقاضی ہیں کہ عورت کو اس کے حالات دیکھ کر چار سال کی بجائے ایک سال کی مدت کے بعد نکاح ثانی کی اجازت دی جائے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے ترجمہ الباب سے اس کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں باب مفقود الخبر فی اھلہ و مالہ مفقود الخبر کے اہل و مال کا حکم اس کے تحت حضرت سعید بن المسیب کا قول نقل کرتے ہیں۔

اذا فقد فی الحرب تربصت امراتہ سنتہ (فتح الباری ج۱۱ ص۳۵۱)

اگر انسان جنگ میں گم ہو جائے تو اس کی بیوی ایک سال تک انتظار کرے گی۔ امام صاحب نے اس کی تائید یا اپنا موقف ثابت کرنے کیلئے گم شدہ چیز کی تشہیر و تعریف والی روایت پیش کی ہے کہ اگر کسی کو گم شدہ رقم ملتی ہے تو وہ اس کی ایک سال تک تعریف یا اعلان کرے گا۔ پھر اس کو استعمال کر سکے گا۔ نیز

حضرت ابن مسعودؓ کا فعل نقل کیا ہے کہ انہوں نے کسی انسان سے لونڈی خریدی۔ اس کا مالک قیمت وصول کئے بغیر غائب ہو گیا۔ تو حضرت ابن مسعود نے ایک سال تک انتظار فرمایا پھر رقم صدقہ کر دی اور فرمایا اگر مالک آ گیا اور اس نے رقم کا مطالبہ کیا تو میں رقم ادا کر دوں گا اور صدقہ میری طرف سے ہو جائے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ دور میں جب کہ خط و کتابت، رسل و رسائل، ابلاغ اور آمد و رفت کے ذرائع عام اور انتہائی سریع و تیز رفتار ہیں۔ ٹی وی اور ابلاغ کے دوسرے ذرائع کے ذریعہ ایک خبر چند گھنٹوں میں ساری دنیا میں پھیل جاتی ہے ہر قسم کے قیدیوں کو بھی اپنی زندگی کی اطلاع یا خبر دینے کی اجازت حاصل ہے تو کیا ظن غالب یہی نہیں ہو گا کہ وہ مر گیا ہے یا بیوی کو پریشان، تنگ کرنا اور اس کو ضرر پہنچانا چاہتا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں

والاوجہ عندی ان المفقود لہ وجھان یدخل بھا حالہ فی عمومات الشرع احدھما انہ فوت الامساک بالمعروف فوجب علیہ التشریح بالاحسان، فلما ان قصر فی التسریح ناب الشرع عنہ کما ینوب القاضی فی بیع مال الماطل و ثانیھا انہ میت فی ظاھر الحال و نحن نحکم بالظاھر (ازالتہ الخفاء مقصد دوم ص۱۱۶ بحوالہ مضمون مولانا میر سیالکوٹی فتادی شنائیہ ج۲ ص۲۶۸)

میرے نزدیک بہتر یہی ہے کہ مفقود دو (۲) وجہ سے شرعی عمومات کے تحت آتا ہے۔

۱۔ شریعت کا حکم ہے کہ خاوند عورت کو دستور یا عرف کے مطابق اپنے پاس رکھے اور مفقود نے امسا بالمعروف کو فوت کر دیا ہے لہذا خاوند کا فرض ہے کہ وہ اچھے اور بہتر طریقہ سے اس کو چھوڑ دے لیکن وہ مفقود ہونے کی وجہ سے تسریح بالاحسان سے کوتاہی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس لئے شریعت اسلامیہ تسریح کا فریضہ سرانجام دے گی۔ جس طرح اگر کوئی مقروض، قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول اور تاخیری حربے استعمال کرتا ہے تو قاضی اس کا قائمقام بن کر، قرض کی ادائیگی کیلئے اس کا مال فروخت کر دیتا ہے۔

۲۔ مفقود ظاہری حالات کے اعتبار سے میت کے حکم میں ہے (مفقود، حفاظت و نگرانی، نان و نفقہ، لباس و رہائش اور جنسی حقوق کی ادائیگی سے قاصر ہے) اور ہم فیصلہ ظاہر کے مطابق کرنے کے پابند ہیں (اس لئے مفقود کو مردہ سمجھ کر اس کی بیوی کو نکاح ثانی کی اجازت، عدالت دے سکے گی)

عورت کے معروضی حالات

۱۔ نان و نفقہ سے محروم ہے اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔

۲۔ وہ خاوند کے تحفظ اور نگہبانی سے محروم ہے

۳۔ وہ زندگی سے تنگ آچکی ہے اور اب اس کا ایمان بھی خطرہ میں ہے۔ یعنی وہ ارتداد کا شکار ہو جائے گی جیسا کہ بہت سے مسلمان فقر و فاقہ سے تنگ آکر ارتداد اختیار کر رہے ہیں یا وہ خود کشی کر لے گی۔ جیسا کہ پریشان حال اور تنگ دست لوگ خود اپنی زندگی کا چراغ گل کر دیا کرتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عصمت فروشی

کا دھندا شروع کر دے۔ ان میں سے ہر وجہ اس کے عقد ثانی کا جواز فراہم کرتی ہے۔ کیونکہ فقہاء کا مسلمہ قاعدہ یہ بھی ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات مجبوری کی بنا پر ناجائز چیز کا استعمال بھی جائز ہے کہ زندگی بچانے کی خاطر کلمہ کفر کا ارتکاب یا جان بچانے کیلئے حرام شی کا استعمال۔

موجودہ دور کے ظروف و احوال

١۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی کفالت کی ذمہ دار حکومت ہوتی تھی اور ان کی مالی ضروریات بیت المال پوری کرتا تھا اور آج یہ انتظام مفقود ہے۔

٢۔ خلافت راشدہ کے دور میں رعایا کی جان و مال اور عزت و ناموس کا تحفظ حکومت کرتی تھی۔ اور آج کے دور میں خود حکمران، حکومت کے کارندے، عوام کے نمائندے اور امن و امان کے محافظ غنڈوں، بدمعاشوں کے پشت پناہ ہیں اور خود بھی لوگوں کے مال و دولت کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کرتے ہیں اور جس عورت پر نگاہ جم جائے اس کی عزت و عصمت کو تار تار کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں حتی کہ اجتماعی آبروریزی کے واقعات بھی اخباروں کی زینت بن رہے ہیں۔

٣۔ خلافت راشدہ کے دور میں خاندانی روابط بہت مضبوط تھے، پورا خاندان اپنے افراد کی جان و مال اور عزت و ناموس کا محافظ ہوتا تھا۔ اور آج یہ روابط ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں، قریبی عزیز و اقارب، اپنے لوگوں کے جان و مال اور عزت و ناموس کو نشانہ بنانا معیوب نہیں سمجھتے۔ حتی کہ باپ اور بھائی بھی ان واقعات میں ملوث

پائے جاتے ہیں۔

۴۔ خلافت راشدہ کے دور میں پورا معاشرہ اسلامی اقدار و روایات کا امین اور حامل تھا۔ اور بہت کم افراد اسلامی روایات کو نظر انداز کرتے تھے، لیکن آج کے معاشرہ کے اکثر افراد، اسلامی احکام و قوانین کی پابندی سے دور ہیں اور آڑے وقت میں کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ آج کے دور میں ایک غریب باپ اپنی خوش شکل بچی کی عزت و ناموس کے تحفظ میں اپنے آپ کو پریشان پاتا ہے اور یتیم بچیوں کی عزت بار بار لٹتی ہے، خوبصورت عورت شادی شدہ ہونے کے باوجود اپنے خاوند کی غربت کی بناء پر غنڈوں کی ہوس کا نشانہ بن جاتی ہے۔

۵۔ غنڈوں، بدمعاشوں اور مجرموں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچایا جاتا۔ بلکہ وہ جرائم کے ارتکاب کے بعد دندناتے پھرتے ہیں جب کہ خلافت راشدہ کے دور میں کوئی مجرم سزا سے نہیں بچ سکتا تھا۔

۶۔ خلافت راشدہ کے دور میں ہیجان انگیز اور جذبات کو مشتعل کرنے والے ذرائع مفقود تھے اور آج کے دور میں ان کی فراوانی ہے جنسی ڈائجسٹ، جنسی ناول، اخبارات و رسائل کے فلمی ایڈیشن اور ان میں عریاں تصاویر اور رنگ برنگ پوز، فحش گیتوں اور عریاں مناظر والی کیسٹیں، ریڈیو، ٹی۔وی اور وی۔سی۔آر، سینما یہ کام بڑے وسیع پیمانے پر سر انجام دے رہے ہیں اور ان پر کوئی قدغن عائد کرنے والا نہیں ہے۔ بلکہ ثقافت کے نام سے ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور دن بدن عریانی و فحاشی میں اضافہ ہو رہا ہے۔

۷۔ اس دور میں عفت و پاکدامنی اور شرم و حیا مسلمان کا طرہ امتیاز تھا اور کنواری

ماؤں کا تصور تک نہ تھا لیکن آج یہ وبا عام ہو رہی ہے اور شرم و حیا کا جنازہ نکالنے پر فخر کا اظہار ہوتا ہے۔

۸۔ خلافت راشدہ کے دور میں مخلوط مجالس اور محافل کا نام و نشان نہ تھا۔ لیکن آج شادی بیاہ، تعلیم گاہوں، دفاتر اور دعوتوں میں اختلاط مرد و زن ترقی کی علامت ہے اور عورتیں زینت محفل بلکہ شمع محفل بننے کیلئے مسابقت کرتی ہیں۔

ان احوال و ظروف کی موجودگی میں کسی بیوہ کا اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرنا بڑا مشکل مسئلہ ہے۔

شریعت کی عمومی نصوص

جن میں عورت کے اخلاقی، مالی اور جنسی حقوق کی ادائیگی کی تلقین یا ثبوت موجود ہے۔

ومن ایاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا و جعل بینکم مودۃ و رحمتہ

اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے (میاں بیوی کے) درمیان محبت و ہمدردی پیدا کردی۔

مفقود الخبر کی بیوی، سکون، محبت و پیار اور ہمدردی سے محروم ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر کو فرمایا تھا ھلا جاریۃ تلاعبھا و تلاعبک۔ دوشیزہ سے شادی کیوں نہیں کہ ایک دوسرے سے ہنسی کھیل کرتے۔

۲۔ وعاشروھن بالمعروف اور بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے گزر بسر کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا، و خیارکم خیارکم لنسائھم

ان مومنوں کا ایمان کامل ہے جن کا اخلاق سب سے بہتر ہے اور تم میں سے وہ لوگ بہترین ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں اچھے ہیں اور آپ نے فرمایا استوصوا بالنساء خیرا۔ عورتوں کے بارے میں بھلائی کی تلقین قبول کرو۔

غائب کی بیوی حسن معاشرت سے محروم ہے۔

۳۔ صیانت و تحفظ

خاوند بیوی کا محافظ و نگہبان ہے۔ فرمایا

الرجال قوامون علی النساء

مرد عورتوں کے محافظ ہیں، نگران ہیں، کیونکہ قوام کا معنی ہے محافظ، منتظم، مدبر، تاج العروس میں ہے۔

قام الرجل المرأۃ۔ ای قام متکفلا بامرھا فھو قوام و قد یجیئ القیام بمعنی المحافظۃ والاصلاح (تفسیر ماجدی)

مرد نے عورت کی نگہداشت کی یعنی اس کے تمام امور کا کفیل بنا، اس لیے وہ قوام ہے۔ اور قیام کا معنی محافظت اور اصلاح بھی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ثلاثۃ لا یدخلون الجنۃ ابدا

تین قسم کے انسان (محاسبہ کے بغیر) کبھی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ ان میں سے ایک دیوث۔ جس کی تعریف آپ نے یہ فرمائی ہے۔

الّذین لا یبالی من دخل علی اھلہ

جس کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ اس کی بیوی کے پاس کون آتا ہے۔

مفقودالخبر کی بیوی، تحفظ و صیانت سے محروم ہے۔

۴۔ مالی حقوق

عورت کے نان و نفقہ، لباس، رہائش اور علاج معالجہ کا کفیل اس کا خاوند ہوتا ہے۔

و علی المولودلہ رزقھن و کسوتھن بالمعروف

اور جس کا بچہ ہے ان کا کھانا اور لباس دستور کے مطابق اس کے ذمہ ہے۔

اسکنو ھن من حیث سکنتم

ان کو اپنی حیثیت کے مطابق جہاں خود رہتے ہو، رہائش دو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا

ولھن علیکم رزقھن و کسوتھن بالمعروف

دستور کے مطابق ان کا خرچہ اور لباس تمہارے ذمہ ہے۔

اسی بناء پر اگر خاوند عورت کو طلاق دے دیتا ہے تو پھر بھی طلاق رجعی ہونے کی صورت میں بالاتفاق وہ نان و نفقہ اور رہائش کا ذمہ دار ہے۔ اگر خاوند تیسری طلاق دے دیتا ہے تو حضرت عمر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا اور احناف کے نزدیک پھر بھی نان و نفقہ اور رہائش کا ذمہ دار ہو گا۔ اور امام شافعی اور مالک کے

نزدیک صرف رہائش کا۔

ہاں امام احمد اور محدثین کے نزدیک حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کی بناء پر وہ نان و نفقہ اور رہائش کا ذمہ دار نہں ہوگا۔ ایلاء کی صورت میں بھی بیوی کو تمام مالی حقوق حاصل ہوں گے۔

ھن لباس لکم و انتم لباس لھن

وہ تمہارے لیے بمنزلہ لباس ہیں اور تم ان کیلئے بمنزلہ لباس ہو۔

یعنی میاں بیوی میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور یہ باہم دگر ایسے فطری تقاضوں کے بندھن میں بندھے ہوئے ہیں کہ ان کو کسی حالت میں ایک دوسرے سے الگ نہیں رہنا چاہیے۔ اور بقول مولانا امین احسن اصلاحی "میاں بیوی ایک دوسرے کے جنسی جذبات و داعیات کے لیے پردہ فراہم کرتے ہیں۔ ان کے اندر جو صنفی میلانات ابھرتے ہیں وہ ان کی تسکین اور آسودگی کیلئے خود اپنے اندر سامان رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے کبھی ان کے عریاں اور بے نقاب ہونے کی نوبت نہیں آتی۔ اگر یہ نہ ہو تو جذبات کا ہیجان جنسی انارکی کا ایسا طوفان برپا کردے کہ کوئی چیز بھی ڈھکی چھپی نہ رہ جائے، جسم کے جو حصے اپنے اندر جنسی کشش رکھتے ہیں وہ عریاں ہونے کیلئے زور لگائیں۔ زبان اور قلم پر فحاشی کا بخار و ہذیان طاری ہو جائے۔ دل ہرزہ گرد اور نگاہ بالکل آوارہ ہو کر رہ جائے۔ ہمارے نفس کے ان سارے عیوب کی پردہ پوشی اگر ہو سکتی ہے تو صرف بیوی کے لیے شوہر کے ذریعہ ہو سکتی ہے اور شوہر کیلئے بیوی کے ذریعہ سے"۔ اس وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نگاہ و شرم گاہ کی حفاظت کیلئے نکاح کرنے پر زور دیا ہے اور نکاح کا مقصد ہی قضائے شہوت اور توالد و تناسل کے سلسلہ کو قائم رکھنا ہے۔ اسی لیے

فرمایا

فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ

پس جب وہ صفائی حاصل کرلیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔ آگے فرمایا

نساؤکم حرث لکم فاتو حرثکم انی شئتم وقدموا لانفسکم

عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لیے آگے بڑھاؤ جس طرح زمین کی کھیتی کا مقصد اپنے معاش کا انتظام کرنا ہے۔ اسی طرح عورت کی کھیتی کا مقصد انسانی نسل کے قیام و بقاء میں اپنا حصہ اور کردار ادا کرنا ہے۔ اسی لیے دوسری جگہ فرمایا

وابتغوا ماکتب اللہ لکم

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو مقدر کیا ہے اسی کے طالب بنو۔ یعنی اولاد کا حصول ہی ازدواجی زندگی کا اصل مقصد ہے اور قضائے شہوت کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ اسی بناء پر جب حضرت عبداللہ بن عمرو کی شادی کی گئی اور وہ اپنی بیوی سے کنارہ کش رہنے لگے تو ان کے باپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی تو آپؐ نے عبداللہ بن عمرو سے فرمایا

ان لزوجک علیک حقا

اپنی بیوی کا حق ادا کیا کرو۔ اس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ نیز طلاق کی اور ایلاء کی مدت کے تعین و تقرر سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت کو اس کے جنسی حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ طلاق کے بارے میں فرمایا

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان

طلاق یکے بعد دیگرے ہے (اور طلاق رجعی کی صورت میں) دستور کے مطابق روک لینا ہے یا احسان کیساتھ رخصت کر دینا ہے۔

ایلاء کے متعلق فرمایا

للذین یولون من نسائهم تربص اربعة اشهر

جو لوگ اپنی بیویوں سے نہ ملنے کی قسم اٹھالیں ان کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے۔ چار ماہ گزرنے کے بعد یا تو تعلقات قائم کرنے ہوں گے یا پھر طلاق دینی ہو گی۔ بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک تو چار ماہ کے بعد خود بخود طلاق ہو جائے گی۔

ایک حدیث ہے سے فقہاء نے ایک متفقہ اصول اور ضابطہ نکالا ہے اور اس سے ضمنی [illegible]ل وضع کیے (تفصیلی بحث کیلئے الوجیز فی ایضاح قواعد الفقہ الکلیۃ دیکھیے) لاضرر و لا ضرار۔ نہ کسی کو ابتداء میں نقصان پہنچایا جا سکتا ہے اور نہ جواباً۔

مطلقہ عورت کے بارے میں فرمایا

ولا تمسکو هن ضراراً لتعتدوا

اور تم ان کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے نہ روکو کہ تم حدود سے تجاوز کرو۔ دوسری جگہ فرمایا

فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة

تو تم بالکل ایک ہی طرف نہ جھک جاؤ کہ اسے لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو۔

عورت سے تعلقات قائم نہ کرنا اس کو نقصان پہنچاتا ہے جس کی اجازت صرف عورت کے نشوز یعنی سرکشی و نافرمانی کی صورت میں دی جا سکتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے

و اهجروهن فی المضاجع

(اگر وہ سرکشی کا رویہ اختیار کریں) تو انہیں خوابگاہوں میں تنہا چھوڑ دو۔

مفقود الخبر کی بیوی اپنے جنسی حقوق سے محروم ہے۔ اس طرح اس کو ضرر پہنچایا جا رہا ہے۔ لہذا عورت کو اس امر کے باوجود کہ عورت کے حقوق پورے نہیں ہو رہے اس کو روکے رکھنا اس کو ضرر پہنچانے کے مترادف ہے اور شریعت نے بندوں کے مصالح کو ملحوظ رکھا ہے فرمایا

يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر

اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے۔ تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا، دوسری جگہ فرمایا

وما جعلكم فى الدين من حرج

اور اس نے دین (ضابطہ حیات) کے بارے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ اس لیے عورت کے لیے آسانی اور اس کی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو تفریق کی اجازت دی جائے۔

وہ حالات جن میں عورت تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے

(۱) نان و نفقہ کا نہ

مرد عورت کے نان نفقہ کا ذمہ دار ہے۔ اگر وہ اسے اخراجات ادا کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ تو عورت تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے جو بخاری شریف میں موجود ہے کہ

تقول المرأة اطعمنى او طلقنى

عورت مطالبہ کرتی ہے کہ مجھے نان و نفقہ مہیا کرو یا طلاق دو۔ صاحب سبل السلام نے اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ کا قول قرار دینے کی بجائے مرفوع روایت قرار دینا زیادہ بہتر قرار دیا ہے۔ (سبل السلام صفحہ ۲۲۳ ج ۳) اور حضرت ابو ہریرہ کی ایک اور مرفوع روایت پیش کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا

فی الرجل لا یجد ما ینفق علی مراتہ قال یفرق بینھما (سبل السلام صفحہ ۲۲۴ ج ۳)

وہ مرد جو اپنی بیوی کو نان و نفقہ نہیں دے سکتا۔ ان دونوں میں تفریق کر دی جائے۔ حضرت سعید بن المسیب کی مرسل روایت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا۔ جو انسان اپنی بیوی کا خرچ ادا نہیں کر سکتا۔ ان میں جدائی کر دی جائے۔ شاگرد نے سوال کیا۔ کیا یہ سنت ہے۔ یعنی مسلمانوں کا طریقہ یا لائحہ عمل ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں یہ سنت ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت ہے۔ سبل السلام صفحہ ۲۲۵ ج ۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی افواج کے سپہ سالاروں کو لکھا

فی رجال غابوا عن نسائھم ان یاخذوا بان ینفقوا او یطلقوا، فان طلقوا بعثوا بنفقہ ما حبسوا (سبل السلام صفحہ ۲۲۶ ج ۳)

جن فوجیوں کی بیویاں ساتھ نہیں ہیں ان کو پابند کریں کہ وہ ان کا خرچہ ادا

کریں یا طلاق دے دیں۔ اگر وہ طلاق دیں تو اتنے عرصہ کا خرچہ ارسال کریں۔ جتنا عرصہ ان کی بیویاں ان کے حق میں بیٹھی ہیں۔

امام مالک، شافعی اور احمد کا مسلک ہی ہے کہ اگر مرد، عورت کے اخراجات (خوراک، لباس، رہائش وغیرہ) مہیا نہیں کر سکتا تو اس کی بیوی عدالت سے تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے (فقہ السنہ ج ۲ ص ۲۴۶)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ

یفرق بین الرجل وامراته اذا عسر بالنفقه واختارت فراقه (فتح الباری ج۱۱ ص۴۲۸)

اگر خاوند نان و نفقہ ادا نہیں کر سکتا تو بیوی کے مطالبہ پر ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

۲۔ ضرر کی بناء پر تفریق کا مطالبہ

امام مالک کے نزدیک اگر عورت یہ دعویٰ کرے کہ مرد میری عزت و حرمت کو پامال کرتا ہے۔ مجھے مارتا پیٹتا ہے یا گالی گلوچ دیتا ہے یا مجھ سے غلط کام کرواتا ہے اور اس کا دعویٰ سچا ہو تو قاضی تفریق کا حکم دے سکتا ہے (فقہ السنۃ ج ۲ ص ۲۴۸)

خلع میں بھی ناچاقی کی بناء پر عورت کے مطالبہ پر عوض کی صورت میں تفریق کی اجازت دے دی جاتی ہے۔

۔ خاوند کا قید ہو جانا

امام مالک اور احمد کے نزدیک اگر مرد قید ہو جائے۔ تو عورت ایک سال کے بعد، عدالت سے تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے، امام مالک کے نزدیک قاضی طلاق بائنہ دے گا اور امام احمد کے نزدیک نکاح فسخ کر دے گا۔ فقہ السنۃ ج ۲ ص ۲۵۱

۴۔ عیوب کی بناء پر تفریق کا مطالبہ

اگر خاوند بیوی کے جنسی حقوق ادا نہیں کر سکتا تو عورت، تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے امام زیلعی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر مرد مقطوع الذکر یا نامرد ہو تو عورت تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے کیونکہ یہ دونوں عیب نکاح کے مقصد کو معدوم کر دیتے ہیں، ان کے علاوہ عیوب مقصد نکاح کو معدوم نہیں کرتے صرف خلل انداز ہوتے ہیں۔ تبین الحقائق ج ۲ ص ۲۵ بحوالہ مجموعہ قوانین اسلام ج ۲ ص ۶۱۵

اور بقول ڈاکٹر تنزیل الرحمان، مرد کا عنین ہونا یا مقطوع الذکر ہونا یا خصی ہونا بالاتفاق (ظاہریہ کے علاوہ) تمام فقہی مذاہب کے نزدیک عورت کیلئے طلب تفریق کا اختیار ثابت کرتا ہے۔ مجموعہ قوانین ج ۲ ص ۶۲۳

حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کے نزدیک تو ہر وہ عیب جس سے باہمی معاشرت ناممکن ہو جائے اور زوجین میں محبت و مودت حاصل نہ ہو موجب خیار ہے۔ مجموعہ قوانین ج ۲ ص ۶۲۰

اگر عورت کے صنفی حقوق ادا نہ ہوں تو اس کے اثرات عورت پر کیا پڑتے ہیں اس کا پتہ ان دو واقعات سے چلتا ہے جو حضرت عمرؓ کے دور میں پیش

آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمرؓ مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے ایک گھر کے سامنے سے گزرے تو اندر سے آواز سنائی دی، ایک عورت شعر پڑھ رہی تھی۔ جن کا ترجمہ یہ ہے:

یہ رات طویل اور تاریک ہے اور میرے لئے مدت دراز ہو رہی ہے کہ جنسی کھیل کیلئے دوست نہیں۔ اللہ کی قسم اگر اللہ وحدہ کا ڈر نہ ہوتا تو اس چارپائی کے اطراف حرکت کر رہے ہوتے۔ لیکن میرا رب اور شرم و حیا روکے ہوئے ہیں اور علی کا اس سے محترم ہونا کہ اس کی سواری پر اور کوئی سوار ہو۔

اس عورت کے بارے میں تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا خاوند جہاد میں حصہ لینے کی بناء پر گھر میں موجود نہیں ہے۔ آپ نے اس کے خاوند کو واپس بلایا۔ پھر اپنی لخت جگر حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ اے بیٹی۔ عورت خاوند کے بارے میں کب تک صبر کر سکتی ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ آپ جیسا باپ، مجھ جیسی عورت سے یہ سوال کر رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ اگر مسلمانوں کے سلسلہ میں مجھے اس صورت حال پر غور و فکر کی ضرورت نہ ہوتی تو میں یہ سوال نہ کرتا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنھا نے جواب دیا پانچ۔ چھ ماہ۔ اس پر آپ نے فرمان جاری کیا۔ مجاہدین، صرف چھ ماہ گھر سے غائب رہ سکتے ہیں۔

ایک ماہ جانے کیلئے، چار ماہ جہاد کیلئے اور ایک ماہ واپسی کیلئے۔

دوسرا واقعہ یوں ہے کہ ایک عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

خدمت میں حاضر ہو کر کہا

یا امیر المومنین ان زوجی یصوم النهار، ویقوم اللیل وانا اکره ان اشکوه وهو یعمل بطاعة الله۔

اے امیر المومنین میرا خاوند دن کو روزہ رکھ لیتا ہے رات بھر قیام رہتا ہے اور مجھے یہ بات بھلی معلوم نہیں ہوتی کہ میں اس کی شکایت کروں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی میں مصروف ہوتا ہے۔ آپ نے اس کے خاوند کی تعریف کی۔ اس نے بار بار یہی بات دہرائی اور آپ نے اپنا جواب دہرایا حضرت کعب الاسدی موجود تھے انہوں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین یہ عورت شکایت کر رہی ہے کہ میرا خاوند میرے پاس نہیں آتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا تو نے اس کا مقصد سمجھ لیا ہے لہذا تم ان دونوں کا فیصلہ کرو۔ حضرت کعب الاسدی نے عورت کے خاوند کو بلایا اور اسے کہا تیری بیوی شکایت کرتی ہے، اس نے پوچھا کیا کھانے پینے کی شکایت کرتی ہے کہا نہیں۔ تو عورت نے شعروں میں بات کہی جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز و عبادت میں مشغول ہو کر میرا خاوند مجھ سے کنارہ کش رہتا ہے اس لئے صنفی حقوق کی ادائیگی کے بارے میں اس کا رویہ قابل تعریف نہیں ہے۔ خاوند نے جواب میں شعر کہے کہ سورۃ نحل اور سبع طوال کی آیات مجھے عورتوں سے دور رکھتی ہیں۔ حضرت کعب نے شعروں میں فیصلہ دیا۔ جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے مرد، اس کا تجھ پر حق ہے، اگر سمجھو تو چار راتوں میں سے ایک، یہ حق دو اور حیلے بہانے چھوڑ دو۔ اور اس فیصلہ کی دلیل یہ دی کہ تیرے لئے چار عورتوں سے شادی کی اجازت ہے۔ اس لیے تین راتیں، تیرے لیئے ہیں اور ایک تیری

بیوی کی حضرت عمر نے کعب کی فہم و فراست کی تعریف فرمائی اور انہیں بصرہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ (فقہ السنہ ج ۲ ص ۱۶۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عورت کے معروضی حالات، قرآن و سنت کے عمومی دلائل، حالات حاضرہ اور عورت کیلئے مختلف صورتوں میں تفریق کے مطالبہ کی گنجائش کا موجود ہونا۔ اس بات کی یقینی گنجائش پیدا کرتے ہیں کہ عدالت عورت کے مطالبہ پر عورت کے لواحقین، خاوند کے لواحقین اور دوسرے ذرائع سے معلوم کر کے اگر واقعی عورت کو نکاح ثانی کی صورت ہو تو ایک سال کے بعد اسے نکاح ثانی کی اجازت دے دے۔ مصر، اردن اور مراکش میں یہ قانون موجود ہے۔ جب کہ شوہر ایک سال یا اس سے زائد مدت سے بلاعذر معقول غائب ہو تو اس کی زوجہ کیلئے جائز ہو گا کہ وہ قاضی کے روبرو طلاق بائن کی درخواست پیش کرے، جب کہ شوہر کے بعد اس کی غیبت (غیر حاضری) کی وجہ سے اس کو ضرر پہنچا ہو۔ خواہ شوہر کا مال اس کے اخراجات کی کفالت کیلئے موجود ہو۔ (مجموعہ قوانین اسلام ج ۲ ص ۵۹۶ تا ۶۹۸)

بقیہ - اداریہ

اسی طرح حرم کے اطراف میں نہایت عمدہ حمامات بنے ہوئے ہیں۔ جس میں ہمہ وقت صفائی ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ رمضان المبارک میں لوگ عبادت کی غرض سے جب حرمین شریفین آتے ہیں تو انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور سعودی عرب کے فرمانروا صحیح معنوں میں خادم الحرمین شریفین ہیں۔ ہم انہیں زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائے۔ اور مزید توفیق دے کہ وہ خیوف الرحمان کی خدمت کریں۔